بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سلسلہ ۹ — ۵ ۴ ۸

موجودہ دور کے بے چین ذہنوں کو مطمئن کرنا

علمائ کی سب سے بڑی ذمّہ داری

حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی صاحب

حضرت مولانا سیّد ابوالحسن علی ندویؔ مدظلہٗ کی اس فکر انگیز، چشم کشا اور رہنما تقریر معمول کے مطابق دارالعلوم کے تعلیمی سال کے آغاز میں ہونا چاہیے تھی۔ لیکن رمضان المبارک کے بعد ہی پاکستان، ترکی، لندن، الجزائر اور حجازِ مقدّس کے سفر پیش آگئے۔ پھر اندرون ملک مسلم پرسنل لأ کے جلسوں میں شرکت کی مصروفیّت نے اس کا موقع نہ دیا کہ اپنے فرزندانِ عزیز سے خطاب کر سکیں۔ لیکن اس عرصہ میں مولانا مدظلہٗ دارالعلوم سے غیر حاضر نہیں رہے۔ بلکہ اسی کے اعلیٰ اور وسیع مقاصد کے لئے سرگرم عمل رہے۔ اس تقریر کی حیثیت اپنے گھر کے جائزے اور محاسبہ ہی کی نہیں۔ بلکہ یہ ایک تاریخی اور ابدی حقیقت ہے۔ اس لئے افادہ عام کی غرض سے قارئین کی خدمت میں پیش کر رہے ہیں۔ امید ہے کہ دل کی زبان سے یہ تقریر دل کے کانوں سے سُنی جائے گی

ادارہ

اشاعت اول دو ہزار

www.abulhasanalinadwi.org

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

میرے عزیزو! دنیا کی تاریخ کا بہت بڑا حصّہ محفوظ ہے۔ اور قابلِ اعتبار ہے۔ لیکن اس محفوظ تاریخ سے بھی بہت پہلے کی جو تاریخ محفوظ نہیں ہے اور قابلِ اعتبار بھی نہیں۔ اگر وہ تاریخ محفوظ ہوتی۔ اور اس میں نبوتوں کی تاریخ کو محفوظ رکھنے کا اہتمام کیا جاتا یا سب آسمانی صحیفے جو اپنے اپنے وقت پر نازل ہوئے۔ وہ سب بے کم و کاست محفوظ ہوتے۔ ان صحیفوں کے نزول کا پس منظر اور ان کے حاملین نے صحیفوں کی روشنی اور ان کی مدد سے اپنے زمانہ کی انسانی نسلوں کو خدا سے جس طرح مربوط کیا انہیں دین سے آشنا کر کے صحیح زندگی پر لگایا، اگر یہ محفوظ ہوتا۔ تو یہ ثابت کیا جا سکتا تھا کہ ہر زمانہ میں مبعوث ہونے والے نبی، اس کی نبوّت، اس کے پیغام، دائرہ کار، اس کی ذمّے داریوں اور اس زمانہ کی ضرورتوں اور نسلِ انسانی کی کمزوریوں، طرزِ فکر اور ان کی زندگی کے ان مراتب میں جس کے ذریعہ سے علمی و عملی، اعتقادی و اخلاقی بے راہ روی اور ضلالت میں داخل ہوتی تھی، خاص ربط و مناسبت تھی۔

ہمارے پاس اس وقت جو محفوظ اور قابلِ اعتماد تاریخی ذخیرہ اور ریکارڈ ہے۔ اور قرآن مجید سے ہمیں جو رہنمائی اور اشارے ملتے ہیں۔ اس سے ہمارے اس دعوے کی تائید و تصدیق ہوتی ہے اور اس کے چند نمونے ہمارے سامنے آتے ہیں۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام جس زمانے میں مبعوث ہوئے۔

www.abulhasanalinadwi.org

اس زمانہ کی سب سے بڑی خصوصیّت یہ تھی کہ اس وقت کی پوری انسانیّت توحید کے مفہوم سے ناآشنا ہوگئی تھی۔ اور پست ترین بت پرستی میں مبتلا تھی۔ شرفِ انسانی اور مساواتِ انسانی کا تخیّل لوگوں کے ذہن سے بالکل فراموش ہوگیا تھا۔ اللہ تعالیٰ کے ساتھ محبّت وعشق کا عملی تعلق ختم ہوگیا تھا۔ اور فنائیت ووارفتگیٔ اور اس کو ہر چیز پر ترجیح دینے کا تعلق بھی باقی نہیں رہا تھا۔

عزیزو! حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعوت سے جو دور شروع ہوا۔ وہ تقریباً اس وقت تک ہے۔ اور حقیقت یہ ہے کہ وہ ایک حدِّ فاصل ہے۔ پچھلے اور بعد کے دور میں، اور جیسا کہ میں نے اپنی ایک تقریر میں کہا تھا کہ دنیا میں دو جو متواتر سلسلے ہیں اگر اس کے لئے عنوان تلاش کریں تو دو عنوان ملتے ہیں۔ ایک ابراہیمیّت کا دوسرے برہمیّت۔ میں نے برہمیت میں "نون" کو قصداً شامل نہیں کیا، کہ لوگوں کو غلط فہمی ہوگی، اور میرا مفہوم ادا ہو جائے گا۔ اور اس کا تعلق کسی خاص ملک ونسل اور خاص طبقہ سے سمجھا جائے گا۔ اور دو متواتر سلسلے (ابراہیمیّت اور برہمیّت) ہزاروں برس سے چل رہے ہیں۔ ایک میں خالص توحید ہے۔ جس میں انسانی شرف کا اعادہ اور تجدید ہے۔ اللہ تعالیٰ کے ساتھ محبّت اور فنائیت کا تعلق ہے۔ اسی بنا پر حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ذکر میں توحید کا بار بار تذکرہ ہے۔ پورے پورے رکوع خصوصاً سورہ ابراہیم ؑ

www.abulhasanalinadwi.org

کے آخری رکوع کی آیت میں ، توحید خالص اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ غیر معمولی تعلق، محبّت ، عشق ، فنائیت ، فریفتگی اور جاں سپاری کا ذکر ہے۔ جس کا ایک ثبوت حضرت ابراہیمؑ کے عزیز فرزند حضرت اسمٰعیلؑ کے گلے پر چھری پھیرنے سے ملتا ہے ۔ اس کی تصدیق اللہ تعالیٰ نے بھی فرمائی :

یَا اِبْرَاهِیْمُ قَدْ صَدَّقْتَ الرُّؤْیَا اِنَّا كَذٰلِكَ نَجْزِی الْمُحْسِنِیْنَ ۝

یہ خصوصیّات دین ابراہیمی کی ہیں ، یہ مزاج ابراہیمی اور دعوتِ ابراہیمی کی خصوصیّات ہیں۔

اس کے بعد حضرت سلیمان اور حضرت داؤد علیہما السلام کا زمانہ آتا ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ زمانہ سلطنتوں اور صنعتِ انسانی کی ترقی کا ہے ۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے ان کے اوصاف میں خاص طور سے ملکِ سلیمان کا ذکر کیا ہے ۔

رَبِّ هَبْ لِیْ مُلْكًا لَّا یَنْۢبَغِیْ لِاَحَدٍ مِّنْۢ بَعْدِیْ اور سَخَّرْنَا لَهُ الرِّیْحَ تَجْرِیْ بِاَمْرِهٖ رُخَآءً حَیْثُ اَصَابَ

اس کے بعد جنوں کا تذکرہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کس طرح ان کو حضرت سلیمان علیہ السّلام کے لئے مسخر کر دیا تھا ۔ حضرت داؤد علیہ السلام کے ذکر میں ان کے لئے لوہے کو نرم کرنے کے سلسلے میں وَاَلَنَّا لَهُ الْحَدِیْدَ کا تذکرہ ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ دور صنعتوں کی وسعت و پھیلاؤ اور ترقی کا دور ہے اس کی تنظیم کا دور ہے ۔ اس

www.abulhasanalinadwi.org

کے بعد ہمارے سامنے یونان کا دور آتا ہے ۔ جو فلسفہ مابعد الطبیعیات، ریاضیات اور طب کی ترقی کا دور کہلاتا ہے ۔ حضرت مسیح علیہ السلام کا ظہور اور ان کی پیدائش عین یونانی علوم کے ارتقاء کے دور میں ہوئی حضرت عیسیٰ علیہ السّلام کے تذکرہ میں ہم خاص طور سے دیکھتے ہیں کہ وہ اللہ کے حکم سے مُردوں کو زندہ کرتے ہیں، مریضوں کو شفا دیتے ہیں ۔ حضرت عیسیٰ علیہ السّلام کی مسیحائی اور ان کے لئے مائدے کے نزول کا ذکر قرآن مجید میں ملتا ہے ۔ معجزات کا کثرت سے ظہور حضرت عیسیٰ علیہ السّلام کے ہاتھوں ہوتا ہے بغرض کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے زمانہ میں جو ماحول تھا ۔ ان میں اور حضرت عیسیٰ کے معجزات میں بڑی مناسبت پائی جاتی تھی ۔ لیکن حکمتِ الٰہی نے خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے جس دور کا انتخاب کیا ہے ۔ وہ دور ہے انسانی ترقی کی وسعت تنوع کا ۔ زندگی کی وسعت لطافت، تنوع، پیچیدگی، انسانی ضروریات کا اور علوم وفنون سے انسانوں کے خاص شغف کا دور ہے ۔ چونکہ آنحضرتؐ خاتم الانبیاء ہیں اور قیامت تک آپؐ کی تعلیمات کو باقی رہنا تھا ۔ اس لئے انسانی زندگی اور انسانی نسل کو اپنے اندر تمام ودیعت شدہ صلاحیتوں، توانائیوں اور کامیابیوں کا گویا ترکش خالی کر دینا تھا ۔ اور اس کے لیے اپنے بہترین جوہر دکھانے تھے ۔ اب اس کے بعد سوائے قیامت کے کوئی دور آنے والا نہیں تھا ۔ اس لئے انسان کو اپنی ذہانت،

www.abulhasanalinadwi.org

اپنے امکانات، اپنے یافت و دریافت کے امکانات اور وسعتوں کا پورا اظہار کرادینا تھا۔ اس لئے کہ اس کے بعد نہ کوئی نبی آنے والا تھا۔ اور نہ کوئی امّت پیدا ہونے والی تھی۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید جیسی کتاب آپ ﷺ کو عطا فرمائی۔ جو ایک طرف تو ادب و بیان کا اعلیٰ ترین نمونہ ہے۔ جس کا جواب کوئی انسان نہیں لاسکتا۔ حالانکہ عرب ادب و شاعری کے اعلیٰ مقام پر فائز تھے۔ دوسری طرف قرآن مجید کے اندر علم کی وسعت کے لئے ایسے امکانات رکھے گئے ہیں۔ اور ایسے اشارے کئے گئے ہیں۔ کہ جب کبھی کبھی علم انسانی کی تحقیقات، خواہ کسی میدان کے ہوں۔ اپنی انتہا کو پہنچیں تو قرآن مجید نہ صرف اس کے امکانات کو ثابت کرتا ہے بلکہ گویا وہ ان کے حقوق کو بتاتا ہے۔ چنانچہ

عَلَّمَ الْإِنْسَانَ مَا لَمْ يَعْلَمْ اور رَبِّ زِدْنِي عِلْمًا

کے ذریعہ علم کی جو عظمت و وسعت اور اس کے لامحدود ہونے کو بیان کیا گیا ہے۔ وہ صرف قرآن مجید میں ملتا ہے۔ اس کا قدرتی نتیجہ یہ نکلا کہ اس امّت کا دامن علم سے باندھ دیا گیا ہے۔ یعنی یہ امّت علم اور عقل انسانی کے قافلے سے تفکّر و تدبر کے کام اور تصنیف و تالیف کے کام سے کبھی بے تعلق نہیں ہوسکتی، یہ تقدیر الٰہی کا فیصلہ تھا کہ اس امّت کا سفر، اس کی سرگرمیاں اور اس کا ذوق و رجحان اور اس کی کامیابیاں علم کے دامن سے وابستہ رہیں گی۔

اس کا سب سے بڑا ثبوت یہ ہے کہ سب سے پہلی وحی جو آپ ﷺ

www.abulhasanalinadwi.org

پر نازل ہوئی۔ اس کی ابتداء اقراء کے لفظ سے ہوتی ہے۔ اگر دنیا کے بڑے عقلاء کو بٹھا کر یہ سوال کیا جائے کہ آسمان کا رشتہ زمین سے ۵۰۰ برس کے بعد قائم ہونے والا ہے اور انسانوں کو ایک پیغام دیا جانے والا ہے۔ یہ بتائیے کہ وہ پیغام کس لفظ سے شروع ہو سکتا ہے۔ میں دعوے کے ساتھ کہہ سکتا ہوں کہ سب کے ذہن میں مختلف الفاظ آسکتے تھے۔ کوئی کہتا کہ "اپنے آپ کو پہچانو" اس لئے کہ اس وقت الٰہی معرفت ناپید ہو چکی تھی۔ کوئی کہتا "اعبد ربّک" اپنے رب کی عبادت کرو، کیونکہ صحیح عبادت نہیں ہو رہی تھی۔ کوئی کچھ اور کہتا، شاید کوئی بھی یہ نہ کہتا کہ اِقْرَاء کے لفظ سے وحی شروع ہو گی۔ اس لئے کہ جس پر وحی نازل ہو رہی تھی۔ وہ اُمّی تھا، جس امّت میں وہ مبعوث ہوئے تھے وہ اُمّی تھی۔

هُوَ الَّذِي بَعَثَ فِي الْأُمِّيِّينَ رَسُولًا مِّنْهُمْ،

جس کو یہودی اُمّی کہتے تھے۔ اور جس ملک میں اس کو مبعوث ہونا تھا۔ وہ اُمّی تھا۔ جس شہر میں وحی نازل ہو رہی تھی۔ ڈھونڈنے سے شاید سارے مکہ میں دو چار اہل قلم مل سکتے ہوں، پڑھے لکھے انسانوں کے لئے دنیا میں بہت سے لفظ ہیں۔ عرب کاتب کا لفظ بولا کرتے تھے۔ گویا سب سے بڑا امتیاز جو اس ملک کا سمجھا جاتا تھا وہ قلم سے کام لینا تھا۔ وہاں تحریر سب سے زیادہ مشکل چیز سمجھی جاتی تھی۔ اللہ تعالیٰ نے اس اُمّت کے اندر علم کو قبول کرنے اور اس

کے تقاضوں کے پورا کرنے کی جو غیر معمولی صلاحیت رکھی ہے۔ اور اس امّت اور علم کے درمیان جو رشتہ اس نے رکھا ہے اسے ہم مقناطیس سے تعبیر کر سکتے ہیں۔ اسی لئے ہر دور میں اس امّت کا علم سے رشتہ باقی رہا ہے۔ اور اسی لئے ہر دور میں نئے نئے شہسواروں، نئے نئے ماہرین فن اور جینیس انسانوں کو یہ امّت پیدا کرتی رہی ہے۔ اور اس میدان میں کامیابی حاصل کرنے کا موقع دیتی رہی ہے۔ اگر کوئی ایسا انقلاب نہیں آتا۔ جس میں صلاحیتیں بالکل مسخ ہو جائیں۔ اور انسانی ذہن معطل ہو کر رہ جائے اور کام چھوڑ دے۔

جب تک علم کا سفر جاری رہے گا۔ مسائل پیدا ہوتے رہیں گے۔ خواہ ان کا تعلق تمدّنی، علمی، معاشرتی اور سائنسی اور اقتصادی اُمور سے ہی ہو۔ مذہب کی روشنی میں ان مسائل کو برابر حل کیا جاتا رہے گا مثال میں ہم صحابہ کرام، ائمہ اربع اور اُمّت کے دیگر مجتہدین کو پیش کر سکتے ہیں اور یہ محض اتفاقی بات نہیں کہی جا سکتی، صحابہ کرام میں ایسے ذہین اور جینیس انسان تھے کہ انھوں نے روم وایران جیسی ترقی یافتہ تہذیب و تمدن کا مقابلہ کرنے میں ایسی صلاحیت کا ثبوت دیا جسکی نظیر کوئی دوسرا مذہب پیش نہیں کر سکتا۔ اسیطرح ائمہ اربع امام مالکؒ، امام ابو حنیفہؒ امام شافعیؒ اور امام احمد بن حنبل جیسے جینیس قانون ساز تھے کہ انھوں نے زندگی اور دین کے رہنما اصولوں کے درمیان مطابقت پیدا کرنے میں ایسی غیر معمولی صلاحیت کا ثبوت دیا کہ اس پورے عہد میں یہ صلاحیت نہ رومیوں میں تھی نہ ایرانیوں میں اور نہ یونانیوں میں تھی نہ کسی اور قوم

www.abulhasanalinadwi.org

میں ۔ یہ لوگ اپنے زمانے کے جینس ترین انسان تھے ۔ اور ان کے کارنامے صدیوں پر محیط ہیں ۔ ان کے کارنامے کی صحیح عظمت ، واہمیت اور قدر و قیمت کا اندازہ آج آسانی سے نہیں لگایا جا سکتا ہے ۔ کوئی شخص یہ اندازہ نہیں کر سکتا کہ جب یونانی علوم عربی میں منتقل ہوئے تو علمی حلقوں پر کتنا غیر معمولی سحر تھا ۔ اور کس طرح لوگ ان کے سامنے مبہوت اور ششدر تھے اور کس طرح فیشن کے طور پر لوگ باتیں کرنا اور ان کی نقل کرنا فخر و اعزاز سمجھتے تھے ۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے امام ابو الحسن اشعریؒ ، سید عبد القادر جیلانیؒ ، امام غزالیؒ ، مولانا جلال الدین رومیؒ ، شیخ معین الدین چشتیؒ ، نظام الدین اولیاءؒ ، خواجہ بہاؤالدینؒ ، امام ابن تیمیہؒ ، مجددؒ الف ثانیؒ ، شاہ ولی اللہؒ اور دیگر جینس شخصیتوں کو اپنے اپنے وقت پر پیدا کیا ۔ جنہوں نے زمانہ کا رُخ پھیر دیا ۔ خطرات کا انہوں نے پوری جرأت سے مقابلہ کیا ۔ نوجوان نسلوں کے دل و دماغ کو شکوک و شبہات سے پاک کر کے ایمان و یقین کی بنیادیں از سر نو فراہم کیں ۔ بالکل یہی مرعوبیت ۱۸۵۷ء کے بعد انگریزی تہذیب اور جدید سائنس کے بارے میں تھی اور کس طرح لوگ یورپ کی سائنس اور ٹیکنالوجی پر ایمان لاتے تھے ۔ اور اس سے ایسے مبہوت ہوتے تھے کہ اگرچہ دین کا صاف انکار نہیں کرتے تھے لیکن کشمکش میں ضرور مبتلا ہو گئے تھے ۔ اس زمانہ کے راسخ العقیدہ خاندانوں کے مشائخ اور صالحین کا حال یہ تھا کہ اگر ان کے والدین کی سرپرستی اور

www.abulhasanalinadwi.org

بزرگوں کی صحبت ان کو نہ ملی ہوتی، اور ان کے آغوش میں انہوں نے تربیّت نہ حاصل کی ہوتی تو ذہنی و اعتقادی ارتداد عام ہوتا اور پورا ہندوستان اس کا شکار ہو جاتا۔

اور اگر اللہ تبارک و تعالیٰ عین وقت پر دستگیری نہ فرماتا۔ تو نہ معلوم اس ملک کے مسلمانوں کا کیا حال ہوتا۔ اور یہ صرف ہندوستان کے ساتھ مخصوص نہیں بلکہ جب بھی اسلامی تاریخ کے طویل دور میں اس طرح کے حالات پیش آئے تو اللہ تعالیٰ نے ہر وقت ایسے افراد پیدا کئے۔ جنہوں نے اس اُمّت کا رشتہ دین سے باقی رکھا۔ اور یہ سلسلہ قیامت تک جاری رہنا چاہیے۔

ہمارا یہ فرض ہے کہ اس مہم کو جاری رکھیں، ہم یہ بات اپنے عزیز طلباء سے کہنا چاہتے ہیں۔ کسی جماعت میں کسی بڑے عالم و مصنف کا اور مفکر کا پیدا ہو جانا کافی نہیں ہوتا، ادارے یہاں تک کہ ادیان و مذاہب بھی تاریخ سے نہیں چلتے۔ بلکہ وہ تحریک اور تسلسل سے چلتے ہیں۔ کوئی دینی تحریک کوئی بڑا مفکر پیدا کر دے۔ بلند قامت اور دیو پیکر مصنف پیدا کر دے۔ تنہا یہ کافی نہیں ہے۔

یہ بات یاد رکھنے کی ہے کہ جب کبھی اپنی جماعت کے کارناموں پر فخر کرنے کی کمزوری پیدا ہو جائے۔ تو پھر قوائے فکریہ میں تعطّل ہو جاتا ہے۔ اور اضمحلال پیدا ہونے لگتا ہے۔ ایک عرب شاعر نے بڑے لطیف انداز میں اس حقیقت کا اظہار کیا ہے کہ:۔

www.abulhasanalinadwi.org

ألهى بنى تغلب عن كل مكرمة
قصيدة قالها عمرو بن كلثوم

بنو تغلب کو ہر قسم کے مردانہ کارناموں اور کسی بڑی فتح کے حاصل کرنے اور کسی بڑے اقدام سے صرف ایک بات نے روک رکھا ہے۔ وہ یہ کہ یہ لوگ صرف عمرو بن کلثوم کا قصیدہ پڑھتے اور سر دھنتے رہتے ہیں، یہ مرض جماعتوں میں بھی پیدا ہوتا ہے۔ اور اداروں میں بھی کہ وہ جماعتیں ان کے لئے سرمایہ فخر، بانی جماعت یا اس جماعت کے کسی نامور فرد کی تصنیفات، تحقیقات اور اس کی ذہنی بلندی ان کے لئے سرمایۂ فخر بن جاتی ہے۔ لیکن اس سے کام نہیں چلتا۔ جماعت ہو، کوئی ادارہ ہو یا مدرسہ، بلکہ میں اس سے باہر نکل کر کہتا ہوں کہ اُمّت اسلامیہ کے لئے یہ کافی نہیں ہے کہ ہم نے اپنے دور میں غزالیؒ ابن تیمیہ اور شاہ ولی اللہ کو پیدا کیا۔ اور ہم نے فلاں، فلاں شہر بسائے سمرقند و بخارا اور غرناطہ اشبیلیہ اور دہلی ہم نے بسائے۔ بلکہ اس کے لئے یہ ضروری ہے کہ ہر دور میں ایسے افراد پیدا ہوتے رہیں، اور اپنے اپنے دور کی ذہنی و اعتقادی بے چینیوں کا جائزہ لیتے رہیں۔ ان کے اسباب و محرکات تلاش کریں۔ دین حقائق اور اصول و تعلیمات اور زندگی کے واقعات اور زندگی کے عملی مسائل کے درمیان مطابقت پیدا کرنے کی کوشش کریں، ہر دور میں اسلامی قانون کی برتری کو ثابت کریں۔

علّامہ اقبال نے ایک خط میں لکھا ہے کہ اس دور کا سب سے بڑا مجدّد وہ ہے کہ جو اسلامی قوانین کی برتری دوسرے قوانین کے مقابلہ ثابت کرے، علّامہ اقبال نے جو بات آج سے ساٹھ برس پہلے کہی تھی۔ وہ آج کے زمانہ میں ایک عملی حقیقت بن گئی ہے۔ آج ہمارے سامنے جو سب سے بڑا چیلنج ہے۔ اور ہم لوگ اس کے لئے جدوجہد کر رہے ہیں۔ وہ یہ ہے کہ اسلامی شریعت خصوصاً عائلی قوانین کی معقولیّت، افراد اور خاندانوں کے حقوق کی ضمانت کے اس کا سب سے بہتر ہونا ثابت کریں۔

ہم اپنے عزیز طلباء سے یہ کہیں گے کہ وہ مطالعہ و محنت سے علوم پر ماہرانہ دسترس حاصل کریں پھر جدید مسائل سے واقف ہوں، اور ان کا دین کی روشنی میں حل پیش کریں۔ دینی علوم میں اتفاق و گہرائی اور جدید علوم سے واقفیّت اور اس کے بارے میں لچک اور نرمی کا مؤقف ان دونوں کو جمع کرنا ضروری ہے۔

ندوۃ العلماء کو فخر ہے کہ اس کا انتساب مولانا سید محمد علی مونگیری جیسے، بالغ نظر اور روشن ضمیر اور سیرۃ النبی کے مصنّف علامہ شبلی جیسے متکلمِ وقت، مؤرخ زمانہ اور سیرت نگار یگانہ اور ادیب سے ہے۔

واقعہ یہ ہے کہ آج تک علمی و دینی مسائل پر قلم اٹھانے اور ان کو سنجیدہ و مؤثر طریقہ سے پیش کرنے کے لئے کم سے کم میرے

www.abulhasanalinadwi.org

علم میں علامہ شبلی کے اسلوب سے بہتر کوئی اور اسلوب نہیں۔ ان ہی کے نقش قدم پر سید سلیمان ندوی، عبدالسلام ندوی اور دوسرے تربیت یافتہ حضرات ہوئے۔ جنہوں نے اپنے اپنے وقت پر اس سلسلہ کو جاری رکھا۔ لیکن یہ تنہا کافی نہیں اور آپ جب الاصلاح کا جلسہ کریں تو مجبور ہوں کہ ان ہی حضرات کا نام لیں۔ اور اس فہرست میں اضافہ نہ ہو۔ یہ اس ادارے کے زوال اور اضمحلال کی دلیل ہے اور یہ پوری اُمت کے لئے خطرہ ہے یہ کتنے افسوس کی بات ہے کہ کسی دائرے میں اس معیار کے لوگ پیدا نہیں ہو رہے ہیں جو مطلوب ہیں، بعض پڑوسی اسلامی ملکوں میں جانے کا اتفاق ہوا۔ وہاں بھی یہ دیکھ کر صدمہ ہوا کہ وہاں بھی اب ایسی علمی و فکری قیادت موجود نہیں جو اس نوجوان نسل کی تشفی کا سامان فراہم کر سکے جو براہ راست یورپ سے پڑھ کر آ رہی ہے کوئی ایسا رسالہ نہیں جس میں جدید تمدنی مسائل کا دین کی روشنی میں حل پیش کیا جاتا ہو۔ زبان و علم اور تحقیق کا معیار گر گیا ہے۔ ہر رسالہ اپنی جماعت اور اپنے مسلک اور مخصوص سلسلہ کے بارے میں مضامین شائع کرتا ہے۔ اگر کوئی تنظیم یا جماعت ہے تو وہ موجودہ حکومت سے بے اطمینانی ظاہر کرنے اور محدود جماعتی و گروہی اور سیاسی مفاد حل کرنے کے لئے تگ و دو کر رہی ہے۔ یہ صورت حال بڑی خطرناک ہے۔ کہ علماء جن کا کام ہی یہ تھا کہ نوجوان نسلوں کا اعتماد اسلام پر بحال کریں۔

www.abulhasanalinadwi.org

اسلام کی حقانیت اور اس کی ابدیت و صلاحیت کو ثابت کریں اور زندگی کے تمام مسائل میں اس کی افادیت کو ثابت کریں۔ وہ ذاتی و سیاسی مفاد میں الجھ جائیں۔ اگر اس امت میں بڑے بڑے صالحین اور اتقیاء اور دین پر جان دینے والے موجود ہوں۔ جب بھی یہ ضرورت باقی رہے گی۔

(بشکریہ "صدائے اسلام" پشاور)
ستمبر ١٩٨٧ء

١ — امہات المومنین رضوان اللہ علیہا اجمعین

٢ — بنات طاہرات رضوان اللہ علیہا اجمعین

یہ کتب ہر مسلمان کے مطالعہ میں رہنا چاہئیں۔ نسل نو کو خصوصیت کے ساتھ ان کے شاندار ماضی سے واقف کرائیے۔ یہ ضروری ہے۔

صدیقی ٹرسٹ نسیم پلازا نزد لسبیلہ چوک نشتر روڈ کراچی ۵

www.abulhasanalinadwi.org

دُعا

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذۡنَآ اِنۡ نَّسِيۡنَآ اَوۡ اَخۡطَاۡنَا

اے ہمارے رب، اگر ہم بھول جائیں یا چوک جائیں تو (ان گناہوں پر) ہماری گرفت نہ فرما

رَبَّنَا وَلَا تَحۡمِلۡ عَلَيۡنَآ اِصۡرًا كَمَا حَمَلۡتَهٗ

اور اے ہمارے رب، ہم پر ویسا بوجھ نہ ڈال جیسا تو نے اُن لوگوں پر ڈالا

عَلَى الَّذِيۡنَ مِنۡ قَبۡلِنَا

جو ہم سے پہلے ہو گزرے ہیں

رَبَّنَا وَلَا تُحَمِّلۡنَا مَا لَا طَاقَةَ لَنَا بِهٖ

اور اے ہمارے رب، ایسا بوجھ ہم سے نہ اٹھوا جسکے اٹھانے کی طاقت ہم میں نہیں ہے

وَاعۡفُ عَنَّا وَاغۡفِرۡ لَنَا وَارۡحَمۡنَا

اور ہماری خطاؤں سے درگذر فرما، اور ہم کو بخش دے اور ہم پر رحم فرما

اَنۡتَ مَوۡلٰنَا فَانۡصُرۡنَا عَلَى الۡقَوۡمِ الۡكٰفِرِيۡنَ ۝

توہی ہمارا کارساز ہے پس کافروں کے مقابلے میں ہماری مدد فرما۔

ہمیں توبہ کی توفیق عطا کر دے

ہماری خطاؤں کو اپنی رحمتوں سے ڈھانپ لے

صدّیقی ٹرسٹ
نسیم پلازا نزد لسبیلہ چوک، نشتر روڈ، کراچی۔
پوسٹ کوڈ نمبر — ۷۴۸۰۰

www.abulhasanalinadwi.org

گناہ کے عادی لوگوں کے لئے

(۱) گنہگار کو خدا تعالیٰ سے وحشت ہو جاتی ہے۔

(۲) گنہگار کو انسانوں سے وحشت ہونے لگتی ہے۔

(۳) گنہگار کو اکثر کاموں میں دشواری پیش آتی ہے۔

(۴) گنہگار کے دل میں ایک تاریکی سی رہتی ہے۔

(۵) گنہگار کتنا حسین ہو مگر اس کا چہرہ بے رونق رہتا ہے

(۶) گنہگار کے بارے میں لوگوں کے دلوں بغض رہتا ہے۔

(۷) گنہگار سلسلہ وار نیک کاموں سے محروم ہو جاتا ہے۔

(۸) گنہگار گناہوں میں گھر جاتا ہے۔

(۹) گنہگار کے لئے گناہوں کا چھوڑنا دشوار ہو جاتا ہے۔

(۱۰) گنہگار کو توبہ کی توفیق بالکل نہیں ہوتی۔

(۱۱) گنہگار کے دل سے گناہ کی برائی نکل جاتی ہے۔

(۱۲) گنہگار شخص معافی سے دور ہو جاتا ہے۔

(۱۳) گنہگار شخص ملعونوں کا وارث بنتا ہے۔

(۱۴) گنہگار شخص اللہ تعالیٰ کے نزدیک بیقدر و خوار ہو جاتا ہے۔

(۱۵) گنہگار کی عزت مخلوق کے دل میں نہیں رہتی۔

(۱۶) گنہگار پر سب مخلوقات لعنت کرتی ہے۔

(۱۷) گنہگار شخص حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی لعنت میں داخل ہو جاتا ہے۔

(۱۸) گنہگار شخص فرشتوں کی دعا سے محروم ہو جاتا ہے۔

مولانا منظور احمد الحسینی

صدیقی ٹرسٹ نسیم پلازا نزد لسبیلہ چوک نشتر روڈ کراچی ۵
پوسٹ کوڈ نمبر ــــ ۷۴۸۰۰

نمبر ۹۳ القادر پرنٹنگ پریس کراچی۔ فون، 723748

www.abulhasanalinadwi.org